جناب ریاض الحسن نوری، ایم-اے قسط(۲)

حکومت پرستی کا شرک

سب سے عظیم ظلم ہے!

پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"فاصبر لحکم ربك ولا تطع منهم آثما او کفورا" (الدھر: ۲۴)

کہ "اپنے رب کے حکم پر جمے رہو اور ان میں سے کسی گنہگار یا کافر کا کہا مت مانو!"

مذکورہ بالا آیت میں صاف حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر مستقل مزاجی سے جمے رہنا چاہیئے۔ اور گنہگار یا فاسق حکام اور لیڈروں کی بات نہیں ماننی چاہیئے۔

مزید اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"واللہ یحکم لا معقب لحکمہ" (الرعد: ۴۱)

کہ "اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے اور کوئی اس کے حکم کو پیچھے کرنے والا نہیں!"

آج کل کی حکومتیں اللہ تعالیٰ کے احکام کو پس پشت ڈال کر اپنے حکم سے فیصلے کر رہی ہیں اور عدالتوں میں کافروں کا خود ساختہ قانون چلا رہی ہیں۔ عوام سے مقدمات پر بھاری رقوم وصول کرتی ہیں حالانکہ قرآن کی رو سے کورٹ فیس بھی حرام ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:

"وما اختلفتم فیہ من شیئ فحکمہ إلی اللہ" (الشوریٰ: ۱۰)

اور جس جس بات میں تم اختلاف کرتے ہو پس اس کا حکم اور فیصلہ خدا ہی کے سپرد ہے۔

"افغیر اللہ ابتغی حکما وھو الذی انزل الیکم الکتاب مفصلا۔" (الانعام: ۱۱۴)
"تو کیا میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا حکم تلاش کروں، اللہ تو وہ ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری ہے!"

مذکورہ بالا حکمِ خداوندی ہی کی وجہ سے محمد علی جناح صاحب اور ریاستوں کی مسلم لیگ کے صدر نواب بہادر یار جنگ نے اعلان کیا تھا کہ مسلمانوں کو اپنی حکومتوں کے آئین بنانے کا کوئی حق نہیں، کیونکہ ان کے لئے بنا بنایا آئین قرآن کی صورت میں موجود ہے۔

مزید ارشاد ربانی ہے:

"یقولون ھل لنا من الامر من شیئ قل ان الامر کلہ للہ۔" (آل عمران: ۱۵۴)
"پوچھتے ہیں کہ کیا ہمارا بھی کچھ اختیار چلتا ہے، آپ فرما دیجئے کہ اختیار تو سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔"

مذکورہ بالا آیات شریفہ سے واضح ہو گیا کہ حکم، حکومت اور اختیار سب اللہ ہی کو سزاوار ہے باقی مسلمانوں اور ان کے امراء کا تو صرف یہ کام ہے کہ اللہ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول ؐ کی مرضی کو نافذ کریں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مرضی وہی ہوتی تھی جو اللہ تعالیٰ کی ہوتی تھی، اسی طرح مسلمان حکومت کی مرضی بھی وہی ہوتی چاہیئے جو اللہ اور اس کے رسول کی مرضی ہو۔

جہاں تک مغربی جمہوریت یا دین جمہوری کا تعلق ہے، اس کی اسلام میں کتنی گنجائش ہے، وہ آپ کو مندرجہ ذیل آیت سے معلوم ہو جائے گی:

"وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ" (الانعام: ۱۱۶)
کہ "دنیا میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے، کہ اگر آپ ان کا کہا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا کر دیں۔"

اب اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے والی چند احادیث بھی سن لیجئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے:

"سید القوم خادمھم۔"
کہ "قوم کا امیر ان کا خادم ہوتا ہے۔"
پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

" ايما امير امر عليكم قام بغير طاعة الله فلا تطيعوه " (المصنف عبد الرزاق ج ١١، ص ٣٣٥)

کہ جو امیر تم پر مقرر ہو، اگر وہ اللہ کی اطاعت کے علاوہ تم کو حکم دے تو اس کا کہنا مت مانو!"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا:

"اگر میں سیدھا رہوں تو مجھ سے تعاون کرو، اگر میں کجی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کردو، اور اگر میں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو پھر تم میری اطاعت مت کرنا"

مشہور محدث ابو عوانہ نے صحیح مسلم پر ایک مستخرج لکھی، جس میں وہ صحیح مسلم میں روایت کردہ احادیث کو ان کی سند سے مختلف اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور اس طرح صحیح مسلم کی روایات کو مزید تقویت بخشتے ہیں۔ ان کی مسند میں اس موضوع پر تین احادیث ہیں جن میں سے ایک ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

" ثم تخلف من بعدهم خلوف يقولون ما لا يفعلون ويفعلون ما لا يؤمرون، فمن جاهدهم بيده فهو مؤمن، ومن جاهدهم بلسانه فهو مؤمن ومن جاهدهم بقلبه فهو مؤمن، ليس من وراء ذالك من الايمان حبة خردل " (مسند ابي عوانه ج ١، ص ٣٥، ٣٦ وراوی نحوه مسلم وغيرهم)

یعنی "ان کے بعد ایسے حکام یا خلفاء آئیں گے جو زبان سے ایسی بات کہیں گے، جس پر ان کا عمل نہیں ہوگا اور خود ایسے کام کریں گے جن کا حکم نہیں دیں گے، پس جو ایسے (خلفاء) سے ہاتھ سے جہاد کرے گا وہ مومن ہے، جو ان کے خلاف زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن اور جو ان کے خلاف دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور جو کچھ بھی نہ کرے، اس کے لئے رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں!"

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ایک اور حدیث میں دل سے برا کہنے اور برا سمجھنے کو سب سے کمزور ایمان قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بعد تو گویا ایمان باقی ہی نہیں رہتا۔

آج کل لوگ فساق و فجار حکام اور افسروں کی تعریفیں ان کے منہ پر کرنے اور ان کے حضور سپاسنامے پیش کرتے ہیں۔ اس کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ:

"الله يغضب اذا مدح الفاسق "

یعنی "جب کسی فاسق کی مدح کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ غضب میں آجاتے ہیں" (المطالب العالیہ" لابن حجر عسقلانی ج ۳، ص ۳)

اس میں شک نہیں کہ بعض مطلب پرست لوگ ایسے فساق حکام سے راضی ہوتے ہیں جن سے ان کو فائدہ پہنچ جائے یا دنیاوی فائدہ پہنچنے کا لالچ ہو۔ مگر اللہ نے صاف صاف اعلان کر دیا کہ:

"فان ترضوا عنهم فان الله لا یرضی عن القوم الفاسقین" (التوبة: ۹۶)

یعنی "اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہو سکتا"

اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ حکم بھی دے دیا اور نبیؐ سے کہلوایا:

"فاتقوا الله واطیعون ولا تطیعوا امر المسرفین" (الشعراء: ۱۵۱)

کہ "اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو، اور حد سے بڑھ جانے والوں کا کہا مت مانو!"

قرآن و سنت سے ہم نے حکومت پرستی پر مختصراً روشنی ڈالی ہے مگر آج کل کے زمانے کے لوگ جب تک یورپی مفکرین کے اقوال نہ سن لیں، اس وقت تک ان کی تسلی نہیں ہوتی۔ اسلئے ہم مغرب کے چوٹی کے بعض مفکرین کی آراء اور بالخصوص ایسے مفکرین کی آراء بھی پیش کرتے ہیں جن کی تعریف و توصیف میں ترقی پسند حضرات بھی رطب اللسان رہتے ہیں۔

برٹرینڈ رسل جن کی تعریف کرنے سے ہمارے ترقی پسند حضرات کبھی نہیں چوکتے، ایک مقام پر یوں لکھتے ہیں:

"ANCIENT ROME HAD SOMETHING OF THE DOCTRINE OF STATE-WORSHIP." (BASIC WRITINGS OF BERTRAND RUSSELL)

یعنی قدیم روما میں حکومت کی پرستش کی قسم کا عقیدہ موجود تھا"

مشہور ماہر تقابل ادیان A.C. BOUQUET لکھتے ہیں:

"ROMAN STATE WORSHIP HAS ITS COUNTER PART IN THE MODERN LEADER-CULTUS, AND UNTILL RECENTLY IN MIKADO-WORSHIP OF JAPAN." (COMPARITIVE — RELIGION BY A.C. BOUQUET, P-26 - 1967 EDITION)

کہ "روما میں جو حکومت پرستی کا عقیدہ تھا، اس کی نقل آج بھی جدید طرز کی لیڈر پرستی میں پائی

جاتی ہے - اور کچھ ہی عرصہ پہلے تک جاپان میں بادشاہ پرستی کی صورت میں پائی جاتی رہی ہے؛
یوگوسلاویہ کے مشہور کمیونسٹ گوریلا لیڈر اور سابق نائب صدر جیلاس لکھتے ہیں :
"تمام قدیم معاشروں میں اجتماعی ملکیت مختلف صورتوں میں موجود رہی ہے . . . .
مصر میں پندرھویں صدی قبل مسیح کے بعد ہی زرعی زمین انفرادی ملکیتوں میں منتقل ہوئی
اس سے پہلے صرف مکانات ہی انفرادی ملکیت میں ہوتے تھے - زرعی زمین تمام حکومت
کی ہوا کرتی تھی اور سرکاری افسر اس کا انتظام کرتے اور لگان وصول کیا کرتے تھے "
مذکورہ بالا حالات سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ بادشاہوں اور مصر کے فراعنہ کو
خدائی مقام کیوں حاصل تھا؟

THIS HELPS TO EXPPLAIN DEFICATION OF THE PHAROHHS OF EGYPT AND OF THE EMPERORS."

(THE NEW CLASS: P-61)

مذکورہ بالا بیانات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قدیم مصر اور دیگر ممالک میں حکومت
کو خدائی مقام حاصل ہوا کرتا تھا - اور خاص کر روما میں تو باقاعدہ حکومت کی خدائی کا عقیدہ موجود
تھا - اب یہ معلوم ہے کہ جدید مغربی تہذیب دراصل رومی تہذیب ہی ہے ، اس لئے حکومت
کی خدائی کا عقیدہ روپ بدل بدل کر ان میں نمودار ہوتا رہا ہے -
اٹھارویں صدی میں سر ولیم بلیک سٹون نے یوں اعلان کیا :

"THE KING NEVER DIES THAT "THE KING CAN DO NOT WRONG " IS A NECESSARY AND FUNDAMENTAL PRINCIPLE OF THE ENGLISH CONSTITUTION." (THE PENGUIN - DICTIONARY OF QUOTATIONS, PAGE: 58.)

کہ "بادشاہ کبھی نہیں مرتا " یہ چیز انگریزوں کے آئین کی اہم اور بنیادی شق ہے، کہ
بادشاہ غلطی نہیں کر سکتا "

پس ثابت ہوا کہ یورپ میں اٹھارویں صدی میں بھی حکومت کو نہ صرف خدائی مقام حاصل
تھا بلکہ بادشاہ کو ان کے زعم میں خدائی صفات بھی حاصل تھیں - جب ملوکیت کا دور ختم ہوا تو
خدائی مقام اور خدائی صفات سیاسی لیڈروں کی طرف منتقل ہو گئیں -

جب مسلمانوں نے مغرب کی ذہنی غلامی اختیار کی تو وہ بھی یورپی نظریات کی نقل اتارنے لگے۔ اورنگ زیب کے بعد تک بھی مسلمانوں کی عدالتوں میں اسلامی قوانین پر عمل کیا جاتا تھا۔ مگر بیسویں صدی میں مغرب کی نقالی میں مسلمانوں کی عدالتوں میں اسلامی قانون کی بجائے انسانوں کے بنائے ہوئے مغربی قوانین رواج پا گئے۔

یورپ میں پہلے حکومت کی پرستش کو مذہب کی حیثیت حاصل تھی۔ مگر جب مذہب کا اثر یورپ میں کمزور پڑا تو حکومت پرستی کے فلسفے گھڑے جانے لگے۔ حکومت کی پرستش یا حاکمِ اعلیٰ کی پرستش کا مذہب یا نظریہ یورپ میں روما سے آیا ہے اور موجودہ مغربی تہذیب دراصل رومی تہذیب ہی ہے، برٹرینڈ رسل لکھتا ہے:

"IN THE ROMAN EMPIRE THE EMPEROR WAS DIFIED." (A HISTORY OF WESTERN PHILOSOPHY, P: 729)

"کہ حکومتِ روما میں بادشاہ کو خدا کا مقام دیا جاتا تھا"

جدید دور میں حکومت پرستی کے فلسفے گھڑنے والوں میں برٹرینڈ رسل خاص طور پر نطشے، [illegible] اور ہیگل وغیرہ کا نام لیتا ہے۔ نطشے کے فلسفہ کا اس نے زیادہ تفصیل سے ذکر کیا ہے وہ لکھتا ہے:

"BUT IN NIETZSCHE IT IS WORKED OUT, AND SET UP IN CONCIOUS OPPOSITION TO THE TEACHING OF THE NEW TESTAMENT. IN HIS VIEW THE HERD HAVE NO VALUE ON THIER OWN ACCOUNTS BUT ONLY AS MEANS TO THE GREATNESS OF THE HERO, WHO HAS A RIGHT TO INFLICT INJYRY UPON THEM IF THEREBY HE CAN FURTHER HIS OWN SELF DEVELOPMENT ---- GOD MUST BE DETHRONED TO MAKE ROOM FOR EARTHLY TYRANTS." (POWER BY BERTREND RUSSELL, P. 175)

ترجمہ: لیکن نطشے کے فلسفہ میں یہ چیز باقاعدہ حل کر کے بیان ہوتی ہے اور اس کو انجیل

کی تعلیم کے مقابلے پر پیش کیا گیا ہے ۔ اس کے خیال میں عوام کی اپنی کوئی ذاتی قیمت یا حیثیت نہیں ہے ۔ ان کی حیثیت صرف یہی ہے کہ وہ ہیرو کی عظمت کے لئے کام کریں اور ہیرو کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے ذاتی مفاد اور ذاتی ترقی کے لئے عوام کو قربان کر دے یا ان کو نقصان اور تکلیف پہنچائے ۔ ۔ ۔ ۔ خدا کو اس کے مقام سے ہٹانا ضروری ہے تاکہ زمین کے جباروں کے لئے جگہ خالی ہو جائے "

ایک اور مقام پر برٹرینڈ رسل لکھتا ہے :

TWO VERY DIFFERENT CONCEPTIONS OF HUMAN LIFE ARE STRUGGLING FOR MASTERY OF THE WORLD - IN THE WEST WE SEE MAN'S GREATNESS IN INDIVIDUAL LIFE. A GREAT SOCIETY FOR US IS ONE WITCH IS COMPOSED OF INDIVIDUALS WHO, AS FAR AS IS HUMANILY POSSIBLE, ARE HAPPY, FREE AND CREATIVE ------ WE ATTACH IMPORTANCE TO THE DIMINUTION OF SUFFERING AND POVERTY, TO THE INCREASE OF KNOWLEDGE AND THE PRODUCTION OF BEAUTY AND ART. THE STATE FOR US IS A CONVENIENCE, NOT AN OBJECT OF WORSHIP.

THE RUSSIAN GOVERNMENT HAS A DIFFERENT CONCEPTION OF THE ENDS OF LIFE. THE INDIVIDUAL IS THOUGHT OF NO IMPORTANCE. HE IS EXPENDIBLE WHAT IS IMPORTANT IS THE STATE, WHICH IS REGARDED AS SOMETHING ALMOST DIVINE AND HAVING A WELFARE OF ITS OWN NOT CONSISTING IN THE WELFARE OF THE CITIZEN - THIS VIEW WHITCH MARKS TOOK OVER FROM HEGAL, IS FUNDAMENTALLY APPOSED TO THE

CHRISTIAN ETHIC, WHICH IN THE WEST IS ACCEPTED BY FREE-THINKERS AS MUTCH AS BY CHRISTIANS. IN THE SOVIET WORLD HUMAN DIGNITY COUNTS FOR NOTHING.

IT IS THOUGHT PROPER AND RIGHT THAT MEN SHOULD BE GROVELLING SLAVES, BOWING DOWN BEFORE THE SEMI-DIVINE BEINGS WHO EMBODY THE GREATNESS OF THE STATE. WHEN A MAN BETRAYS HIS DEAREST FRIEND AND CAUSES HIM, AS A PENALTY FOR A MOMENT'S PEEVISH INDISCRETION, TO VANISH INTO THE MYSTERIOUS HORROR OF A SIBARIAN LABOUR CAMP, WHEN A SCHOOL CHILD, AS THE RESULT OF INDOCTRINATION BY HIS TEACHER, CAUSES HIS PARENTS TO BE CONDEMNED TO DEATH. WHEN A MAN OF EXCEPTIONAL COURAGE, AFTER STRUGGLING — AGAINST EVILS, IS TRIED, CONVICTED, AND — ABJECTLY CONFESSES THAT HE HAS SINNED IN APPOSING THE MOLOCH POWER ATHORITIES, NEITHER THE BETRAYL NOR THE CONFESSION BRINGS ANY SENSE OF SHAME TO THE PERPETRATOR. FOR HAS HE NOT BEEN ENGAGED IN THE SERVICE OF HIS DIVINITY.

IT IS THIS CONCEPTION THAT WE HAVE TO FIGHT, A CONCEPTION WHICH, TO MY MIND AND TO THAT OF MOST MEN WHO APPRECIATE WHAT THE WESTERN

WORLD STANDS FOR, WOULD, IF IT PREVAILED, TAKE EVERY THING OUT OF LIFE THAT GIVES IT VALUE' LEAVING NOTHING BUT A REGIMENTED COLLECTION OF GROVELING ANIMALS - I CAN'T IMAGINE A GREATER OR MORE PROFOUND - CAUSE TO FIGHT." (P.P. 683, 684, BASIC WRITINGS OF B. RUSSELL)

ترجمہ:

انسانی زندگی کے دو مختلف نظریات دنیا پر چھا جانے کے لئے تگ و دو کر رہے ہیں۔ مغرب میں ہم انسانی عظمت، فرد کی ذاتی زندگی میں دیکھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک عظیم معاشرہ وہ ہے جو ایسے افراد پر مشتمل ہو جو انسانی امکان کی حد تک خوش ہوں، آزاد ہوں اور تخلیقی قوت کے حامل ہوں۔

ہم مصیبتوں اور غربت کے کم ہونے، علم کے زیادہ ہونے اور خوبصورت اور آرٹ کی چیزوں کی نشو و نما کو اہمیت دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک حکومت ایک سہولت پسندی ہے، نہ کہ پرستش کی چیز!

روسی حکومت کے نزدیک زندگی کا مقصد دوسرا ہے۔ وہاں فرد کی کوئی اہمیت یا قیمت نہیں ہے۔ اسے قربان کیا جا سکتا ہے۔ اہم چیز حکومت ہے، جس کو قریب قریب بالکل خدا کا درجہ دے دیا گیا ہے جس کا اپنا ایک الگ مفاد ہے اور جس کا شہریوں کے مفاد سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ نظریہ جو مارکس نے ہیگل سے مستعار لیا ہے۔ بنیادی طور پر عیسائی اخلاق کے خلاف ہے جسے مغرب میں آزاد خیال لوگ بھی اسی طرح قبول کرتے ہیں۔ جس طرح کہ عیسائی آمنا و صدقنا کہتے ہیں۔ سوویٹ دنیا میں انسان کی عزت کوئی معنی نہیں رکھتی۔

یہ بالکل مناسب اور صحیح بات سمجھی جاتی ہے کہ عوام ذلیل غلام بن کر رہیں اور نیم خدائی ہستیوں کے سامنے جو حکومت کی عظمت کے آئینہ دار ہوں، ہر وقت سر تسلیم خم کئے رہیں۔ جب ایک آدمی اپنے سب سے پیارے دوست سے بے وفائی کر کے اسے برافروختگی کی حالت میں لمحہ بھر کی بے احتیاطی کی وجہ سے سائبیریا کے خوفناک لیبر کیمپ میں بھجوا دے۔ یا جب ایک سکول کا بچہ اپنے استاد کی دی ہوئی تربیت کی بنا پر اپنے والدین کو موت کی سزا دلوا دے۔ یا جب ایک مثالی ہمت و جوانمردی

کا مجسمہ برائیوں کے خلاف جدوجہد میں سزا پائے اور اس پر مقدمہ چلایا جائے اور وہ پست ہو کر تسلیم کرنے لگے کہ اس نے حکومتی طاقت کے بت کے مجاوروں کی مخالفت کر کے گناہ کا ارتکاب کیا ہے ایسی صورت میں نہ بے وفائی اور نہ اعتراف کسی بھی بات سے ظالم کو شرم نہیں آتی کیونکہ وہ سوچتا ہے کہ وہ اپنے حکومت کے خدا کی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

یہ وہ فکر اور سوچ ہے جس کے خلاف ہمیں لڑنا ہے۔ میرے خیال میں اور اکثر ان لوگوں کے خیال میں جو یہ جانتے ہیں کہ مغربی دنیا کس نظریے کی حامی ہے۔ یہ سوچ اور اندازِ فکر وہ ہے جو اگر حاوی ہو جائے تو زندگی میں سے ہر اس چیز کو نکال باہر کریگا جس کی وجہ سے کہ زندگی کی قیمت سمجھی جاتی ہے اور باقی کچھ نہ رہے گا، سوائے ذلیل جانوروں کے گروہوں کے۔ آج کل جدوجہد کرنے اور قربانی دینے کے لئے اس سے عظیم، اہم اور ضروری کوئی مقصد میرے احاطہ خیال میں بھی نہیں آسکتا۔

(بیک رائٹنگز آف برٹرینڈ رسل، ص ۲۹۵، ۱۹۶۱ء)

ایک دوسرے مقام پر برٹرینڈ رسل لکھتا ہے:

"THE REAL QUESTION WE HAVE TO ASK IN CONNECTION WITH HEGAL IS ... DO THE CITIZENS EXIST FOR THE SAKE OF THE STATE? OR THE STATE FOR THE SAKE OF CITIZENS? HEGAL HOLDS THE FORMER; WESTERN LIBERAL PHILOSOPHY THAT COMES FROM LOCKE HOLDS THE LATTER." (P. 744, A HISTORY OF WESTERN PHILOSOPHY.)

ترجمہ:

"ہیگل کے سلسلہ میں اصل سوال جو ہم نے پوچھنا ہے وہ یہ ہے کہ آیا شہریوں کا وجود حکومت کی خاطر ہے یا حکومت شہریوں کی خاطر معرض وجود میں آتی ہے۔ ہیگل پہلا نظریہ رکھتا ہے اور آزاد فلسفہ جو لاک کا مرہون منت ہے، وہ دوسرا نظریہ رکھتا ہے۔"

مذکورہ بالا بیانات سے ثابت ہوا کہ عیسائیوں، آزاد فلسفیوں اور مسلمانوں وغیرہم سب کے نزدیک حکومت پرستی کا نظریہ انسانیت کے لئے سب سے تباہ کن نظریہ ہے۔ دیگر یہ کہ آج کل یہ نظریہ دنیا پر چھا جانے کی کوشش کر رہا ہے۔ پس انسانیت کو بچانے کی

خاطر آج سب سے ضروری جہاد جو کیا جاسکتا ہے، وہ اس نظریہ کے خلاف جہاد ہے۔گویا اسلام ہی نہیں بلکہ آزاد فلسفیوں، عیسائیوں وغیرہ سب کے نزدیک حکومت پرستی کا شرک سب سے بڑا ظلم ہے جو انسانیت پر کیا جاسکتا ہے۔

قرآن نے شرک کو ظلم عظیم قرار دیا ہے (ان الشرک لظلم عظیم) اور حکومت پرستی شرک کی وہ بدترین قسم ہے جس کو نہ صرف مسلمان بلکہ عیسائی اور آزاد خیال فلسفی اور مغربی دنیا کے لوگ مل کر سب سے تباہ کن ظلم عظیم قرار دے رہے ہیں۔ پس یہ وہ جہاد ہے جس پر سوائے کچھ پاگلوں کے ساری دنیا متفق ہے۔ اس طور سے آج ساری دنیا قرآن کے اس بیان پر کہ شرک ظلم عظیم ہے " ایمان لا رہی ہے۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو نہ صرف قرآن کو نہیں مانتے بلکہ وہ لوگ بھی ہیں جو خدا ہی کے منکر ہیں۔

قرآن نے سچ کہا تھا:

سنریہم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم حتی یتبین لھم انہ الحق،

یعنی ہم ان کو آفاق میں اور خود ان کی جانوں میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے حتیٰ کہ ان پر واضح ہو جائیگا کہ قرآن کا بیان حق ہے "

حکومت پرستی کے اس شرک نے نہ صرف سوشلسٹ ممالک کو بلکہ بہت سے دیگر مغربی اور اسلامی ممالک کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ اسلامی ممالک بھی ایسے ہیں جہاں کی پولیس سیاسی مخالفوں کو بے قصور قید کرتی ہے یا حق کی آواز اٹھانے کی وجہ سے قید کرتی ہے اور پھر طرح طرح طرح کے ظلم ان پر روا رکھے جاتے ہیں۔ جن میں سے بعض مقامات پر پولیس کی نگرانی میں سیاسی لیڈروں سے جن میں بزرگ بھی تھے اور نوجوان بھی، بالجبر بدفعلیاں کی گئیں اور طرح طرح سے اذیتیں دی گئیں۔ پولیس اچھی طرح جانتی تھی کہ جو کچھ وہ کر رہی ہے، وہ سراسر ظلم ہے۔ مگر وہ اس لئے کرتی رہی کہ حکومت کا منشا یہی تھا۔ اور حکومت کو آج کی دنیا میں خدائی مقام حاصل ہے۔ آج کی دنیا میں شرک کی جو قسم عام ہے وہ حکومت پرستی ہے۔ اور اس طرح سے بہت سی نام نہاد اسلامی حکومتیں بھی مسلمانوں کو شرک میں مبتلا کر رہی ہیں۔

برٹرینڈ رسل کے بیانات سے واضح ہو جاتا ہے کہ سوشلزم کا نظریہ جدید حکمرانوں میں کیوں مقبول ہے؟ ہر حکمران کو، سوائے اس کے جو خوف خدا رکھتا ہے، سوشلزم کا نظریہ یا یوں کہیے کہ حکومت پرستی کا نظریہ اسی لئے محبوب ہوتا ہے کہ اس طرح سے حکمرانوں کو سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا جاتا ہے۔ اور

اس نظریہ کے تحت اس کو فعال لما یرید، یعنی جو چاہے سو کرنے کا مقام مل جاتا ہے۔

آج ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کا فرضِ اولین یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو، عوام کو اور اپنی حکومت کو اس شرکِ عظیم، ظلمِ عظیم اور تباہی کے اس مہیب غار میں گرنے سے بچائے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام حکمرانوں کو قرآن وسنت کا پابند کرتا ہے اور اسلامی قانون سے کسی صورت میں تجاوز کی اجازت نہیں دیتا۔ اور جو وحی منزلہ کے خلاف فیصلے کریں، ان کو بہ یک وقت تین بدترین خطابات دیتا ہے، یعنی کافر، ظالم اور فاسق:

ومن لم یحکم بما انزل اللہ . . .

. . . فاولئک ھم الکافرون ،

. . . فاولئک ھم الظالمون ،

. . . فاولئک ھم الفاسقون !

یعنی "جو وحی منزلہ کے مطابق فیصلے نہ کریں تو وہی لوگ کافر ہیں . . . وہی لوگ ظالم ہیں . . . وہی لوگ فاسق ہیں!"

یہ تو وہ خطابات ہیں جو قرآن مجید ایسے لوگوں کو دیتا ہے، اب ذرا عقلی طور پر بھی ملاحظہ فرمائیے کہ وحی منزلہ کے خلاف فیصلے کرنے سے کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں اور انسان انجانے میں کس قدر فاش غلطیوں کا مرتکب ہو بیٹھتا ہے۔

آئین کی آرٹیکل نمبر ۲۴۸ خود آئین کی آرٹیکل نمبر ۲ سے متصادم ہے:

آئین کی آرٹیکل نمبر ۲۴۸ کی رو سے، صدر، گورنر، وزیراعظم، وفاقی وزراء، صوبجات کے چیف منسٹر اور صوبائی وزراء کو عدالت میں جواب دہ ہونے سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ یہ آرٹیکل خود آئین کی آرٹیکل نمبر ۲ کے خلاف ہے اور جو غلطی یا جہالت کی بناپر پاس کر دی گئی ہے

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو مرض الموت میں مسجد میں آگے قصاص کے لئے پیش کیا اور فرمایا کہ "اگر کسی کے جسم یا آبرو کو میری وجہ سے گزند پہنچا ہو تو وہ قصاص لے سکتا ہے اور اگر میرے ذمہ کسی کی رقم بقایا ہو تو وہ بھی لے سکتا ہے۔"

مجمع میں سناٹا تھا۔ صرف ایک شخص نے چند درہم کا دعویٰ کیا، جو اسی وقت ادا کر دیئے گئے [1]

---

[1] ابن اسحاق بروایت ابن ہشام بحوالہ سیرت النبی مؤلفہ شبلی نعمانی، ج ۲، ص ۲۰۴۔

اس سے قبل بھی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کچھ اشیاء تقسیم کر رہے تھے، ایک شخص آپؐ پر لدگیا۔ آپؐ کے دستِ مبارک میں اس وقت کھجور کی ایک پتلی سی چھڑی تھی۔ آپؐ نے اس شخص کو ہٹانا چاہا تو وہ چھڑی اس کے چہرے پر لگ گئی اور خراش آ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فوراً فرمایا کہ تو اپنا قصاص لے لے[1] مگر اس شخص نے کہا کہ میں نے معاف کر دیا۔

یاد رہے کہ مسلمانوں کے اولین دور میں مسجد ہی عدالت کا کام دیتی تھی۔ گویا اس طرح، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو عدالت میں قصاص کے لئے پیش کر دیا۔

اسی طرح خلفائے راشدینؓ بھی عدالتوں کے سامنے پیش ہوتے رہے ہیں اور عدالتیں ان کے خلاف ڈگری دیتی رہی ہیں۔

حضرت عمرؓ نے مسجد نبوی کی توسیع کے لئے حضرت عباسؓ کا مکان خریدنا چاہا۔ مگر انہوں نے کسی قیمت پر بھی فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے مسجد کی اہمیت کے پیش نظر بالجبر خریدنے کا ارادہ کیا۔ آخر مقدمہ ابیؓ بن کعب کی عدالت میں گیا۔ انہوں نے ڈگری حضرت عمرؓ کے خلاف دے دی اور فیصلہ دے دیا کہ آپ مکان بالجبر نہیں خرید سکتے اور اس کے لئے حدیث بھی پیش کی۔ جس کی تفصیل تاریخ و احادیث کی کتب میں دیکھی جا سکتی ہے۔ طبقات ابن سعد نے دو مختلف اسناد سے اس کو روایت کیا۔ اسی طرح مستدرک حاکم اور بیہقی میں مختلف اسناد سے یہ روایت مروی ہے۔ شاہ ولی اللہؒ نے اس کو مفصلاً ازالۃ الخفاء میں بیان کیا ہے۔ شبلی نے الفاروق میں اس کو بیان کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ حدیث کے علاوہ قرآن کی اس آیت:

"الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم"

یعنی سوائے اس کے کہ یہ تجارت (بائع اور مشتری) دونوں کی باہمی رضامندی سے ہو۔

. . . سے بھی ثابت ہے۔

اسی طرح حضرت علیؓ کی زرہ چوری ہو گئی تو حضرت علیؓ نے اس کو ایک یہودی کے پاس دیکھ کر پہچان لیا۔ آپؓ نے اس کو چھینا نہیں بلکہ قاضی شریح کی عدالت میں مقدمہ پیش کر دیا۔ قاضی نے مناسب شہادتیں نہ ہونے کی بنا پر ڈگری حضرت علیؓ کے خلاف دے دی۔ اس انصاف کو دیکھ کر

---

[1] ابوداؤد باب القود بغیر حدید۔

یہودی مسلمان ہوگیا اور اپنے جرم کا اعتراف کرلیا۔

یہ قصہ مشہور ہے اس لئے ہم نے اس کی تفصیلات بیان نہیں کیں۔ غرض خلفائے راشدینؓ اور لبعد کے خلفاء مثلاً منصور، ہارون رشید وغیرہم بھی عدالتوں میں پیش ہوتے رہے اور ڈگریاں حسب انصاف دی جاتی رہیں۔

خود ہندوستان میں بادشاہوں کے خلاف عدالتیں ڈگریاں دیتی رہی ہیں۔ مثلاً سلطان محمد تغلق کے خلاف عدالتوں نے تین مرتبہ ڈگریاں دیں۔ ایک مقدمہ میں تو سلطان محمد تغلق نے ایک لڑکے کو قصاص میں اکیس چھڑیاں ماریں اور ایک مرتبہ اس مار میں سلطان کی کلاہ بھی گر پڑی۔ اس واقعہ کو ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ تینوں واقعات میرے چشم دید ہیں۔ یاد رہے کہ ابن بطوطہ بھی کچھ عرصہ ہندوستان میں قاضی کے عہدے پر فائز رہا۔

ایک دفعہ مبشر صاحب نے کہا تھا کہ ہم عدالتوں کو خلفائے راشدین کا درجہ نہیں دے سکتے۔ مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ مبشر صاحب عدالتوں کو تو وہ درجہ دے نہیں سکتے جو خلفائے راشدین نے عدالتوں کو دے رکھا تھا۔ مگر خود خلفائے راشدین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ کر حق اور قوت اپنے لئے اور اپنے ساتھی وزراء کے لئے حاصل کرلی۔ اس طرح سے موجودہ حکومت اور حزب اختلاف دونوں نے عدالتوں کے حقوق غصب کرلئے اور عدالتوں کو مجبور کردیا کہ وہ وزراء کو خلفائے راشدین سے بھی برتر سمجھیں۔ اسلام اور مساوات محمدی پر اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے کہ بھارت کی اندرا گاندھی تو اپنے ملک کی عدالت میں حاضر ہو اور مساوات محمدی کے علمبردار وزراء اپنے آپ کو ملک کی عدالت میں حاضری سے مستثنیٰ قرار دلوائیں۔ مساوات محمدی اور اہالیان پاکستان کی اس سے بڑھ کر اور کیا تذلیل ہو سکتی ہے؟ —— اس آرٹیکل کے بارے میں اگر کوئی بھارتی کسی پاکستانی سے یہ پوچھے کہ کیا یہی مساوات محمدی ہے؟ تو ہم شرم سے زمین میں گڑنے کے علاوہ اور کیا کرسکتے ہیں؟

مذکورہ بالا باتوں سے ثابت ہوگیا کہ آج کی جمہوری حکومتوں میں اتنا انصاف اور اتنی مساوات بھی نہیں جتنی کہ ہندوستان کے شاہی دور میں ہوا کرتی تھی۔ گویا یہ جمہوریت ہندوستان کی بادشاہت سے بھی گئی گذری ہے۔ بلکہ انصاف اور مساوات کے ان بنیادی اصولوں کی بھی منکر ہے جو اسلام نے مقرر کئے ہیں اور جن کے انکار کی بادشاہوں کو بھی جرأت نہ ہو سکی۔

افسوس کہ مساوات کا دعویٰ کرنے والوں نے اپنے آئین سے ہی اپنے دعویٰ کی تردید کردی۔ اس

سلسلہ میں حزب اختلاف بھی مجرم ہے، ہم ان کو بھی معاف نہیں کر سکتے کہ یہ مذہبی معاملہ ہے۔ کوئی شخص مسلمان رہتے ہوئے، کبھی بھی کسی حاکم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین سے بڑھ کر نہ مقام دے سکتا ہے اور نہ حق دے سکتا ہے۔ یہ اسلامی اصولوں کا کھلم کھلا قولی اور عملی انکار ہے۔ اور اسلام کے اصولوں کا قولی اور عملی انکار اور حکام کو وہ مقام دینا جو خلفائے راشدین اور صحابہؓ کو بھی حاصل نہ تھا یہ کفر ہے، ظلم ہے یا فسق ہے۔ یا یا نیکی یا جمہوریت یا مساوات کیا ہے؟ ناظرین خود اس کا فیصلہ کریں۔ البتہ احکم الحاکمین اور قرآن کریم کا ارشاد گرامی تو یہی ہے کہ:

"ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون"

کہ جو اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکامات کے مطابق فیصلے نہ کریں، وہ کافر ہیں!

اب ناظرین کی مرضی ہے کہ وہ حکومت کی مقرر کردہ اور حزب اختلاف کی تصدیق کردہ مساوات پہ ایمان لائیں یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے مقرر کردہ اصولوں کو! ہم تو علامہ اقبالؒ کی زبان میں صرف یہی عرض کرتا ہے کہ ع

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے کسی حکم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فیصلے سے انکار کے بعد انسان مومن نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح حکام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین سے بڑھ کر مقام دینا بھی کسی طور مومن کی نشانی نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر یا آپؐ کے احکام کے خلاف احکام نافذ کرنا احکامِ الٰہی میں شراکت کے مترادف ہے اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

"لا یشرک فی حکمہ احداً"

کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے حکم میں شریک نہیں فرماتا!

یہی وجہ ہے کہ حکومت پرستی کو شرک کہا گیا ہے۔

مزید سنئے، حق تعالیٰ فرماتا ہے:

"فلا وربک لا یؤمنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما" (النساء: ۶۵)

ترجمہ!

سو قسم ہے تیرے رب کی! یہ مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ تمہیں اپنے جھگڑوں میں حَکم نہ بنائیں، پھر جو فیصلہ تم کرو اس سے یہ اپنے جی میں خفگی بھی محسوس نہ کریں بلکہ بسر و چشم

اسے قبول کرلیں !"

یہ ظاہر ہے کہ حضورؐ کا یہ فیصلہ ہے کہ حکام چاہے وہ صدر یا وزراء ہوں، وہ عدالت کے سامنے پیش ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے آپ کو پیش کیا۔ خلفائے راشدین نے اپنے کو قصاص کے لئے پیش کیا۔ عدالتوں سے خلفائے راشدین کے خلاف ڈگریاں ملتی رہیں اور وہ ان ڈگریوں کو تسلیم کرتے رہے۔ تو ایسی صورت میں قرآن وحدیث کی روشنی میں ان حکام کو مسلمان تصور کیا جاسکتا ہے جو قولی وعملی طور پر اس کے خلاف آئین میں اپنے لئے تحفظ لکھتے ہوں اور اس پر دستخط کرتے ہوں اس سلسلے میں حزب اختلاف کے جن لوگوں نے آئین پر دستخط کئے وہ بھی ان کے ذیل میں ہی آجاتے ہیں۔ اب رہائی کی صورت یہی ہے کہ جو کام جان بوجھ کر یا جہالت میں ہوگیا، اس پر اپنے رب سے گڑگڑا کر معافی مانگیں اور توبہ کرکے آئین کی اس شق کو ختم کردیں۔ اور اس کی جگہ یہ لکھیں کہ ہر عاقل کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ صدر، وزیر یا جس کو چاہے عدالت میں طلب کرسکتا ہے۔ اس کے علاوہ آئین بھی خود آئین کی دفعہ نمبر ۲ کی رو سے کئی تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ جب آئین میں کہا گیا ہے کہ اسلام حکومت کا مذہب ہے تو ثابت ہوگیا کہ آئین کی اگر کوئی دفعہ یا ملک کا کوئی قانون اس کے خلاف ہے تو وہ کالعدم تصور ہوگا۔

(جاری ہے)

اعتذار

ترجمان" کے گذشتہ شماروں میں مولانا عبدالغفار اثر کے مضمون "کیا ظہور امام مہدی قریب ہے؟" اور مولانا محمد عبید اللہ عفیف کے مضمون "مسئلہ حیات ونزول حضرت عیسٰی علیہ السلام" کی چند قسطیں شائع ہوچکی ہیں۔ لیکن اب ان دونوں حضرات نے (اول الذکر نے اپنی علالتِ طبع کی بنا پر اور مؤخر الذکر نے اپنی تدریسی مصروفیات کی بنا پر) ان مضامین کو مکمل کرنے سے معذوری کا اظہار کیا ہے۔ ادارہ نہایت افسوس کے ساتھ اس امر پر معذرت خواہ ہے۔ امید ہے ہمارے قارئین محسوس نہیں فرمائیں گے۔